ساجد حمید

شرح موطا امام مالک

باب وقوت الصلوٰۃ

نماز کے اوقات

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

[۳] وحدثنی یحییٰ عن مالك عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار أنه قال: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ وَقْتِ صَلوٰةِ الصُّبْحِ. قَالَ: فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ صَلَّی الصُّبْحَ حِیْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ. ثُمَّ صَلَّی الصُّبْحَ مِنَ الْغَدِ بَعْدَ أَنْ أَسْفَرَ. ثُمَّ قَالَ: أَیْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلوٰةِ؟ قَالَ: هَأَنَذَا، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ: مَا بَیْنَ هٰذَیْنِ وَقْتٌ.

’’عطا بن یسار نے بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے آپ سے صبح کی نماز کا وقت دریافت کیا۔ عطا کہتے ہیں کہ آپ اس کی بات سن کر خاموش رہے۔ جب اگلی صبح ہوئی تو آپ نے اس وقت نماز پڑھی جب فجر طلوع ہوئی اور اس سے اگلے دن اجالا ہونے پر فجر پڑھی۔ پھر آپ نے

پوچھا: فجر کا وقت پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس آدمی نے کہا: حضور میں یہاں ہوں۔ آپ نے فرمایا: (میں نے جن دو اوقات میں نماز پڑھی) فجر کا وقت انھی دونوں کے مابین ہے۔''

شرح

سائل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کا وقت پوچھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب عمل سے دیا ہے۔ اوقات نماز کی تمام تفصیلات ہم پچھلی روایت میں بیان کر چکے ہیں یہاں ہم اس پہلو سے کوئی بات عرض نہیں کرنا چاہتے۔ بس اتنی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو رہی ہے کہ اس شخص نے یہی پوچھا ہوگا کہ نماز فجر کا وقت کب سے کب تک ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک نہایت اعلیٰ نمونہ یہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ایک سائل آپ سے سوال کرتا ہے۔ آپ اسے چند جملوں میں جواب دے کر فارغ کر سکتے تھے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ دو دن نماز پڑھ کر اسے وقت بتایا ہے کہ یہ فجر کا وقت ہے۔

احادیث میں دونوں طرح کے واقعات ملتے ہیں، یعنی آپ نے محض زبانی وقت بتا دینے پر اکتفا بھی کی اور دو دن نماز پڑھ کر وقت بھی بتایا۔ یہ فرق غالباً سائل کی اہمیت، طبیعت اور مزاج کی بنا پر کیا گیا ہو۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ سائل ایسا ہو کہ اس نے دور جا کر اپنی قوم یا قبیلے کو آگاہ کرنا ہو۔ اس لیے آپ نے اس طرح سے وقت بتایا کہ وہ بھول نہ جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک سادہ مزاج آدمی کی تشفی یا وضوح اس کے بغیر نہیں ہوگا۔ انبیا بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین کے بارے میں پوچھنے والوں کے لیے نہایت شفیق استاد کی طرح ہوتے تھے جو اپنی بات سمجھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ سیرت النبی ایسے ایمان افروز واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

درایت

قرآن وسنت سے تعلق

موطا کی یہ روایت فجر کے وقت کا تعین کر رہی ہے۔ سنت میں صبح کی نماز کو فجر کہا گیا ہے یہ لفظ فجر کے وقت کا پتا دیتا ہے۔ آپ نے اسی وقت کی وضاحت کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوالات اس لیے کیے گئے ہیں کہ داعی کا ہر سامع مختلف انداز سے سوچتا ہے۔ مثلاً ایک سائل جب فجر کا لفظ سنتا ہے تو وہ سوچ سکتا ہے کہ لفظ جو بولا جا رہا ہے وہ تو ہمیں معلوم ہے،

لیکن ہوسکتا ہے شریعت کی تحدیدات کچھ اور ہوں۔ اس وجہ سے وہ سوال پوچھتا ہے۔ اس جیسے کئی اور محرکات ہوتے ہیں، مثلاً رسول سے حصول توجہ اور التفات، اپنے عمل کی صحت کے بارے میں تسلی، اپنے ساتھیوں کے ساتھ بحث مباحثے میں فیصلہ کے لیے قول فیصل وغیرہ۔

یہ روایت اسی محل کی ہے۔ یعنی اس روایت میں سنت میں متعین کردہ وقت فجر کا بیان ہے جسے ایک سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔ پچھلی روایت میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ قرآن مجید نے بھی اوقات کی طرف واضح نشان دہی کی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فجر کے وقت کے لیے فجر ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۷۸۔ ۷۹)

احادیث باب پر نظر

اس طرح کے دو واقعات کتب احادیث میں آئے ہیں، جس میں کسی شخص نے اوقات پوچھے اور آپ نے بتا دیے۔ ایک میں صرف وقت فجر کا مسئلہ زیر بحث ہے اور دوسرے میں پانچوں نمازوں کا۔ دونوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن نماز پڑھ کر دکھائی ہے۔ ایک تیسری روایت (مسلم، رقم ۶۱۲) بھی ہے جس کا ذکر ہم پچھلی روایت کی شرح میں کر چکے ہیں۔ اس میں آپ نے نماز پڑھ کر دکھانے کے بجائے محض اوقات بتائے ہیں۔ ذیل میں ہم اس روایت کا متن پیش کر رہے ہیں، جس میں آپ سے نمازوں کے اوقات پوچھے گئے اور آپ نے پانچوں نمازیں پڑھ کر وقت بتایا:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عن بريدة عن النبي صلى الله عليه وسلم: أن رجلا سأله عن وقت الصلاة فقال له: صل معنا هذين يعني اليومين. فلما زالت الشمس أمر بلالا فأذن ثم أمره فأقام الظهر ثم أمره فأقام العصر والشمس مرتفعة بيضاء نقية ثم أمره فأقام المغرب حين غابت الشمس ثم أمره فأقام العشاء حين غاب الشفق ثم أمره فأقام الفجر حين طلع الفجر فلما ان كان اليوم الثاني أمره فأبرد بالظهر فأبرد بها فأنعم ان يبرد بها وصلى العصر والشمس مرتفعة أخرها فوق الذى

''حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کا وقت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔ چنانچہ جب (پہلے دن) سورج زوال پر آیا تو آپ نے حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا تو آپ نے اسی وقت نماز کھڑی کر دی۔ پھر کچھ دیر بعد آپ نے عصر کی اذان کا حکم دیا اور آپ نے عصر کی جماعت کرائی، جبکہ سورج ابھی بلند اور سفید روشن تھا۔ پھر سورج کے چھپ جانے پر آپ نے مغرب کی اذان کا حکم دیا اور آپ نے مغرب کی جماعت کرائی۔ پھر شفق کے غائب ہونے پر آپ نے عشا کی اذان کا حکم دیا اور آپ نے جماعت کرائی۔ پھر صبح کو آپ نے فجر کے طلوع ہوتے ہی اذان کا حکم دیا اور آپ نے جماعت کرائی۔ پھر

كان. وصلى الفجر فاسفر بها ثم قال: أين السائل عن وقت الصلاة؟ فقال الرجل: أنا يا رسول الله. قال: وقت صلاتكم بين ما رأيتم. (مسلم، رقم ۲۱۶)

دوسرے دن حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا کہ وہ دوپہر کو ٹھنڈا ہونے دیں، پھر آپ نے بھی ظہر دیر سے پڑھائی اور اس کو پسند کیا کہ دوپہر کو ظہر کے لیے ٹھنڈا کیا جائے۔ پھر آپ نے عصر کا حکم دیا، سورج ابھی بلند تھا، لیکن آپ نے پچھلے دن کے مقابلے میں تاخیر کی۔ اس دن آپ نے مغرب شفق ڈوبنے پر پڑھی۔ اور عشا ایک تہائی رات بیتنے پر پڑھی۔ اور فجر آپ نے روشنی میں پڑھی۔ پھر آپ نے کہا: وقت پوچھنے والا کہاں ہے؟ سائل نے کہا: حضور میں (ادھر ہوں)۔ آپ نے فرمایا: جو اوقات تم نے دیکھے انھی کے درمیان نماز کا وقت ہے۔''

موطا کی روایت میں ہے کہ سائل کے جواب میں آپ خاموش رہے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: ''آج اور کل ہمارے ساتھ نماز پڑھیے''۔ 'صلها معي اليوم وغدا' (مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۰۹۷) ہمارے خیال میں اسی روایت کے الفاظ بہتر ہیں یا پھر دونوں کو جمع کر لینا چاہیے کہ آپ نے سوال کے اصل جواب کے بارے میں خاموشی اختیار کی، مگر کہا کہ دو دن ہمارے ساتھ نماز پڑھیے۔

اس روایت کے بارے میں اس طرح کے سوالات کہ سوال پوچھنے پر خاموشی اختیار کر لینا کیا جائز ہے؟ اگر آپ کی وفات ہو جاتی تو سائل محروم رہتا؟ وغیرہ خاص طرح کی منطق سے پیدا ہوئے ہوئے سوالات ہیں۔ جب آپ نے یہ فیصلہ فرما لیا کہ میں اسے نماز پڑھ کر اپنے عمل سے جواب دوں گا۔ تو یہ جواب کو ٹالنا نہیں ہے۔ اب اگر آپ کی وفات بھی ہو جاتی تو آپ پر نہ دین چھپانے کا الزام آتا نہ حاجت مند کی حاجت براری میں تاخیر کا۔ سادہ لفظوں میں یوں سمجھیں کہ آپ نے جواب دینے سے انکار کیا ہے اور نہ اسے جان چھڑانے کے لیے ٹالا ہے۔ اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو یقیناً یہ غلط بات ہوتی۔ کسی مصلحت یا حکمت کے تحت جواب میں تاخیر کسی طرح جائز ناجائز کی بحث میں نہیں آتی۔

ابو یعلیٰ کی مذکورہ بالا روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سفر میں پیش آیا جب آپ جحفہ میں تھے۔ پہلی فجر آپ نے جحفہ میں اور دوسری ذی طوی میں ادا کی۔

روایت

عطا بن یسار تقریباً ۸۴ سال کی عمر میں ۱۰۳ یا ۹۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ اس اعتبار سے ان کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

وسلم کی وفات کے قریب یا آپ کی وفات کے ۹ سال بعد ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ روایت مرسل ہے، لیکن کتب حدیث میں اس طرح کی روایتیں موجود ہیں جن سے اس کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

صحاح ستہ میں یہ (صرف وقت فجر کے سائل والا) متن صرف سنن النسائی (رقم ۵۴۴) میں آیا ہے۔ نسائی کی یہ روایت موصول ہے مرسل نہیں ہے۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com